قرآن اور سائنس کا باہمی تعلق۔ مختلف مکاتبِ فکر کی آراء کا تنقیدی جائزہ

عاصم نعیم*
صالحہ فاطمہ**

قرآن مجید علوم کا سرچشمہ ہے جو متعدد علوم کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔اس میں اتنی قوّت وتاثیر ہے کہ ہر زمانے میں اپنی فصاحت و فوقیت کو ثابت کر سکتا ہے، خواہ عصر کا تقاضا اور مزاج کیسا ہی ہو۔ علم سائنس، کائنات میں پیش آنے والے مشاہدات وانکشافات کو انسانی زبان میں مربوط انداز میں منتقل کرنے کا نام ہے۔ مشاہدہ(observation)اور تجربہ (experiments)اس کے اساسی عناصر ہیں۔ تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں نتائج(inferences)اخذ کیے جاتے ہیں۔فلھذا یہ بات ابتدا ہی میں طے ہوجاتی ہے کہ یہ علم مشاہداتی دنیا(phenomenal or physical world) تک ہی محدود ہے، مابعد الطبیعاتی دنیا(metaphysical and metal world) کے حقائق و اسرار سے اس کے (subject matter) سے خارج ہیں۔ بنیادی طورپر یہ ایک انداز فکر ہے جو انفرادی سوچ بچار، منطقی طرز فکر، تنقیدی اور جرحی سوالات کی جرات،شوق تجسس اوراستدلالی صلاحیتوں پر مشتمل ہوتاہے۔اس کے مثبت و منفی ہر دو پہلوؤں کے بارے میں سیر حاصل بحثیں کی گئی ہیں۔ سائنس میں چونکہ انسانی فہم واستدلال کو دخل ہوتاہے اس لئے اس لئے سائنسی مفروضات و نظریات میں تبدیلی اور ارتقاءایک معلوم امر ہے۔ حقائق تک رسائی میں یہ ارتقاء کا محتاج ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ نئے نظریات و حقائق معرضِ ظہور میں آتے رہتے ہیں۔

سائنس کے تمام کمزور پہلوؤں کے باوجود عصرِ حاضر میں اس علم کی اہمیت وافادیت مسلمہ ہے۔ یہ وہ علم ہے جس کو تمام علوم پر فوقیت حاصل ہے۔ جدید سائنس کی نت نئی اور عجوبہ روزگار ایجادات نے عام انسانوں کے ذہنوں پر جو اثر ڈالا ہے، اس سے کسی دوسرے علم کو کوئی نسبت نہیں ہے۔اس نے اپنا ایک مستقل تصورِ کائنات(world view) فراہم کیاہے، جس میں انسان کی نظریں کائنات سے ماوراء دیکھ ہی نہیں سکتیں اور اس کی عقل غیر حسیاتی حقائق کو معقول(rational) تسلیم ہی نہیں کرتی۔ سائنس کے مندرجات کا مطالعہ کرنا اور پھر قرآن مجید کی آیات سے اسلام اور سائنس میں مطابقت یا تصادم کا فیصلہ کرنا، عصرِ حاضر کی اہم بحث ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تجزیہ کیا جائے کہ آیا سائنس کو علوم القرآن میں سے ایک علم قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ یا یہ کسی طرح سے دین ومذہب اور ان

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان
**لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، کامسیٹس انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان

کے نظریات کے خلاف ہے۔

اس بحث سے متعلق عصرِ حاضر میں تین بنیادی نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں:

۱.   سائنس مخالف مکتبِ فکر

۲.   سائنس کی بالادستی کا قائل مکتبِ فکر

۳.   قرآنِ مجید اور سائنس میں تعلق کا قائل مکتبِ فکر

ہر مکتبِ فکر کے علم بردار، اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے مختلف اسالیبِ تحقیق اختیار کرتے ہیں۔

سائنس مخالف مکتبِ فکر:

پہلا تصور یہ ہے کہ سائنس اور اس کے حاصلات لغو، لایعنی اور باطلِ محض ہیں۔ یہ اہلِ اسلام کے لیے شجرِ ممنوعہ کا حکم رکھتے ہیں۔ مغرب کی کسی بھی چیز کو اپنا لینا یا سے درست سمجھنا نادانی اور دین سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ اس رویے کے حامل مغرب اور سائنس کے ہر تصور و نظریہ کے رد کو، دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔ اپنے موقف کے دفاع میں وہ عموماً مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

۱۔ قرآن مجید نبی امی پر نازل ہوا اور ایسی قوم پر نازل ہوا تھا جن میں سے اکثر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان پر ایسی آیات کا نزول ہو گا جن کو سمجھنے کے لئے انہیں کسی سائنسی کتب خانے سے استفادہ کی ضرورت بھی پیش آسکتی ہے لہذا قرآن مجید کی سائنسی تفسیر کرنا ایک غلط رویہ ہے۔[1]

۲۔ قدرتی اُمور کی وضاحت قوانینِ فطرت کے مطابق ہی ہونی چاہیے۔[2]

۳۔ اس وقت چونکہ سائنس و ٹیکنالوجی میں مغرب کی امامت مسلم ہے اس لئے مسلمانوں کو اپنے مذہب تاریخ، کلچر اور تہذیب پر فخر کرنا چاہئے اور سائنس سمیت تمام مغربی افکار سے دور رہنا چاہئے۔[3]

۴۔ سائنس کوئی حتمی علم نہیں بلکہ یہ بھی بیسیوں غیر ثابت شدہ مفروضوں پر قائم ہے۔ مزید یہ کہ قرآنِ کریم سائنس کی کتاب نہیں ہے کہ جس میں سائنسی باریکیوں کو پیش کیا جاتا ہے، نہ اس کا مقصدِ نزول سائنسی حقائق کو پیش کرنا ہے بلکہ اس کا مقصد تو ان حقائق کا انکشاف ہے جو انسانی شعور کی پہنچ سے ماوراء ہیں اور یہ بات سراسر معقول ہے کہ سائنسی حقائق کے کسبی علوم ہونے کی وجہ

سے یعنی ان انکشافات کے انسانی عقل و تجربہ کی رسائی میں ہونے کی وجہ سے ان کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت تھی اور نہ ان سائنسی حقائق کو جزوِ عقیدہ ٹھہرانا ضروری تھا۔[4]

5۔ تمام سائنسی تفصیلات کو شامل کر کے قرآن ایک کتابِ ہدایت نہ رہ پاتا بلکہ ایک انسائیکلوپیڈیا ہوتا جو عام لوگوں کی پہنچ سے بالاتر ہوتا۔

۵۔ فرنگی استعمار کے تسلط کے قیام کے بعد مسلمانوں کو دین اور ایمان کے تحفظ کے لئے دینی تعلیم کے احیاء کے محاذ کو سنبھالنا چاہئے نہ کہ سائنس جیسے دنیاوی اور بے مقصد علم کی طرف توجہ۔[5] وغیرہ وغیرہ

سائنس کی بالادستی کا قائل مکتبِ فکر:

کچھ مسلمان اسکالر ایسے بھی ہیں جو عصری سائنسی ترقی سے اس قدر مرعوب ہو جاتے ہیں کہ قرآن مجید اور سائنس میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے اصل قرآنی روح اور اسلامی اقدار کو بھی پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ ایسے افراد عموماً غیر سائنسی حقائق کو ماننے سے انکار کرتے ہیں*۔ ایسے اسلوب کی بنیادی وجہ مسلمانوں میں سائنسی میدان میں عدم ترقی کی وجہ سے پائی جانے والی احساسِ کمتری ہے اس لئے یہ تصور میں بنیادی طور پر سائنس کی مذہب پر بالادستی کو ثابت کیا جاتا ہے اور اس میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مذہب بھی چونکہ ارتقاء پذیر ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ مذاہب یا مقدس کتب جن کا ظہور صدیوں پہلے ہوا اب انسانیت کی ترقی میں مزید کردار ادا نہ کر سکیں اس لئے مذہبی تصورات کو جدید علوم کے ترازو میں تولا جاتا ہے اور جو بات عقل یا منطق (Rationality and Logic) سے ثابت ہو جائے وہ صحیح قرار پاتی ہے جبکہ غیر سائنسی حقائق (Non-Scientific realities) کو صرف اس لئے کہ انسانی عقل اسے سمجھنے سے قاصر ہے یا اس کی کوئی منطقی توجیہ پیش نہیں کی جا سکتی، قرآن مجید کے روحانی تصورات یا معجزات کو یا رد کر دیا جاتا ہے یا زبردستی سائنسی لبادہ اُڑھانے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً فیض الاسلام فوضی (معروف بہ ہاشم علی گڑھ) سورۃ الفیل کی تفسیر کے ضمن میں واقعہ فیل کی "سائنسی منطق" بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (ترجمہ)

> ایک عام آدمی کے لئے یہ واقعہ محض افسانہ ہو سکتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سورۃ الفیل مضبوط سائنسی بنیادوں پر استوار ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں کششِ ثقل کی حامل ہے اس لئے

ہر وہ چیز جو بلندی پر ہے یہ اسے اپنی سطح کی طرف کھینچتی ہے جس کی وجہ سے بلندی سے گرنے والی اشیاء کی رفتار بڑھ جاتی ہے اس رفتار کو gravity کہا جاتا ہے۔

اس منطق پر مندرجہ ذیل سوالات اٹھتے ہیں:

- کیا ابابیل اس مقام سے اتفاقاً گزر رہی تھیں؟
- کیا یہ بھی اتفاق تھا کہ ان سب کی چونچوں میں کنکریاں تھیں؟
- کیا ہاتھیوں کی وجہ سے زمین کی قوّتِ ثقل بڑھ جاتی ہے جس کی بدولت عین ہاتھیوں کے اُوپر سے گزرنے پر ابابیلوں کی چونچوں سے کنکریاں خطا ہو گئیں؟
- کیا محض ۲۰۰ فٹ اونچائی سے گرنے پر کنکریوں کی شدت میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ ہاتھیوں جیسے دیو قامت جانور کو بھس بنا ڈالا؟
- کیا اللہ رب العزت، قادرِ مطلق بھی زمین کی کششِ ثقل کے اُصول پر عمل کرنے کے پابند ہیں؟
- ابابیلوں کی کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر ہی کیوں برسیں؟ اہلِ مکہ پر یا کہیں اور کیوں نہ برسیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

ایسے اسلوب سے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے **ڈاکٹر عبدالرحمٰن** لکھتے ہیں: (ترجمہ)

> ذہنی طور پر مغربی انداز سے مغلوب کئی ایسے مسلمان بھی ہیں جو قرآنی سورتوں اور آیات کی خامخواہ 'سائنسی' توجیہ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جدید سائنس کی جانب ان کا خبط اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ جن آیات کی سائنس سے مطابقت نہیں انہیں انتہائی مضحکہ خیز موقف کے ذریعے آیت کی تفصیل کے ضمن میں استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا موقف بے بنیاد ہے اس کے باوجود وہ اسے لکھ دیتے ہیں تاکہ ان کا موقف 'سائنسی' معلوم ہو۔[6]

قرآن اور سائنس میں تعلق کا قائل مکتبِ فکر:

تیسرا مکتبِ فکر اس موقف کا داعی ہے کہ قرآن مجید اور سائنس میں واضح تعلق موجود ہے۔ لیکن یہ بحث بھی اس تصور کا اہم حصہ ہے کہ آیا سائنس علوم القرآن میں سے ہے یا جدید سائنس کا قرآن سے تعلق ثابت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی منطق گھڑ لی جاتی ہے چاہے وہ عقل واستدلال کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے متقابل وہ اسلوب ہے جو اسلاف کا ایجاد کردہ ہے جس کے تحت قرآن مجید سے مختلف علوم کا استنباط عمل میں لایا جاتا ہے جو کہ موجودہ دور میں

انقلابی طرزِ فکر کا تقاضا ہے کیونکہ یہی وہ اندازِ تحقیق ہے جس کو اختیار کر کے مسلمان سائنس میدان میں مغرب سے آگے نکل سکتے ہیں کیونکہ ہمیں وہ کتابِ برحق عطا کی گئی ہے جو قیامت تک کے لئے ہدایت اور روشنی کا ذریعہ ہے۔

اس فکر کے حاملین، اس مفروضہ پر کام کر رہے ہیں کہ جلد ہی مسلمانوں کو سائنس کی طرف سے قرآنِ حکیم کے بارے وہی چیلنج پیش آئے گا، جو انیسویں بیسویں صدی میں انجیل اور تورات کو پیش آیا تھا۔ لٰہذا سیکولر (Secular) دانشور نقادوں کا انتظار کیے بغیر اسلام کے یہ علماء از خود قرآن حکیم پر سائنسی کام کر رہے ہیں اور دنیا پر قرآن حکیم کی سائنسی عظمت کو واضح کر رہے ہیں۔ان کے اس نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن حکیم، انجیل کی طرح انسانی تخلیق نہیں بلکہ یہ ہو بہو اللہ تعالی کا کلام ہے، اس لیے اس میں کوئی حقیقی سائنسی غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔اس لیے مسلمانوں کو سائنس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ قرآن پاک جھوٹا ثابت ہو جائے گا۔بلکہ سچ یہ ہے کہ سائنس اور قرآنِ پاک کے درمیان موافقت پا کر مشرق ہو یا مغرب، ہر جگہ کے عقلِ سلیم رکھنے والے دانشور، اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہیں گے اور یوں فی زمانہ قرآن پر سائنس کے حوالے سے ریسرچ اسلام کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔ اس مکتبِ فکر کے نزدیک سائنس کے مندرجات میں کوئی بھی ایسا نقطہ نہیں جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ یہ قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات سے منحرف و متصادم ہے بلکہ یہ ایسا علم ہے کہ محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی شعاعیں قرآن مجید سے ہی پھوٹ رہی ہیں۔سائنس کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنے کی منظم کوششیں بہت پہلے سے شروع کر دینی چاہییں تھیں۔

قرآن کی رو سے یہ پوری کائنات ایک عظیم اور مربوط نظام کے تحت وجود پذیر ہے۔اس کے ذیلی نظام ایک دوسرے سے اس طرح مربوط و منسلک ہیں کہ نہ صرف اپنی انفرادی حیثیت کو باقی رکھتے ہیں بلکہ ایک بڑے نظام کی تشکیل و تکمیل میں حصہ بھی لیتے ہیں۔قرآن کی رو سے مسائل مادی ہوں یا روحانی، انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں یا معاشی، عارضی ہوں یا مستقل، ہر مسئلہ خدا کے انکار اور آخرت میں جواب دہی سے بے نیازی نیز من مانے اصولوں پر چلنے سے پیدا ہوتا ہے۔توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد اس شاہ کلید کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

موضوعِ زیرِ بحث کے ایک معروف سکالر ڈاکٹر سید مسعود احمد اپنی تحریر "قرآن اور سائنس" میں لکھتے ہیں۔"

قرآن اور سائنس دونوں کائنات کے اسرار و رموز کی نقاب کشائی کے لیے منطقی اور عقلی استدلال کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر قرآن کائناتی حقائق و مظاہر پر غور و فکر کرنے اور ان کی تحقیق و جستجو کے لئے ابھارتا ہے۔ بالفاظِ دیگر قرآن سائنسی تحقیقات کے لئے راہیں ہموار کرتا ہے۔قرآن فطرتِ انسانی میں پوشیدہ "جستجوئے کائنات"، "جستجوئے حقیقت" یا محتاط الفاظ میں "جستجوئے مطلق" میں مہمیز لگا کر انسان کو تسخیرِ کائنات کے لئے تیار کرتا ہے۔لہذا اس

حیثیت سے قرآن اور سائنس کا تعلق حرکت اور فعل کا ہے۔ قرآن انسان کو حرکت میں لاتا ہے اور سائنس اس حرکت کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔"[7]

قرآن کی اس دعوتِ غور و فکر کے نتیجہ میں سائنس کے میدان میں تیز رفتاری آئی اور مسلم مفکرین و سائنس دانوں نے قرآن سے تحریک حاصل کر کے اس سائنسی انقلاب کا دروازہ کھول دیا جس کو ملحدین آج اپنا آلئہ کار بنائے ہوئے ہیں۔

سائنس و انجینیئرنگ کے معروف استاد، اور زیرِ نظر موضوع سے دل چسپی رکھنے والے سکالر، ڈاکٹر فضل کریم کی نظر میں "قرآن اور جدید سائنس" کے موضوع پر پڑھنے اور لکھنے کا اولین مقصد یہی ہے کہ تخلیقِ ارض و سماء، خلقت، نباتات، اور حیوانات اور دیگر مظاہرِ فطرت کا قرآنِ حکیم کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ جدید سائنس اور قرآنِ حکیم کے نظریات میں کہاں تک ہم آہنگی ہے؟، کون سے ایسے سائنسی نظریات، دریافتیں اور کرشمے ہیں، جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے؟، یا ان میں تطابق ہے یا اختلاف؟[8]

ڈاکٹر صاحب کی رائے میں آیاتِ متشابہات میں سائنسی حقائق کی طرف بلیغ اشارے ہیں۔اور قرآنی اصطلاح، "راسخون فی العلم" سے مراد، دانشور، اور سائنس دان ہیں، جو ان آیات کی تشریح و تفسیر جان لیں گے۔[9] ایک جگہ لکھتے ہیں:

"میں جب قرآنِ مجید کا مطالعہ کرتا ہوں، تو مجھے اس کی بعض آیات میں بلیغ سائنسی اشارے ورطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں، کہ جن حقائق و شواہد تک موجودہ جدید سائنس بعد از خرابیِ بسیار صدیوں کی مسافت طے کر کے پہنچی ہے، قرآن نے تو آج سے بہت پہلے ان حقائق سے بنی نوع انسان کو آگاہ کر دیا تھا۔"[10]

بایں وجہ بہت سے مسلمان دانشوروں نے اس نقطہ نظر سے قرآن کا مطالعہ کیا اور مذکورہ بالا مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سائنسی حقائق، جدید انکشافات اور دریافتوں کو قرآنی بیانات کے شواہد کے طور پر پیش کیا۔ شیخ طنطاوی جوہری (۱۸۷۰ء تا ۱۹۴۰ء) کی "الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم" بھی اس کی ایک مثال ہے۔ برصغیر میں اس نقطہ نظر سے قرآن کا مطالعہ کرنے والوں میں سر سید احمد خان، علامہ عنایت اللہ مشرقی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، ڈاکٹر محمد رفیع الدین، سید ابوالاعلی مودودی، وحید الدین خان، ڈاکٹر ذاکر نائیک، ڈاکٹر طاہر القادری، ڈاکٹر فضل کریم، اور سلطان بشیر محمود (ایٹمی سائنس دان)، کے نام پیش کیے جا سکتے ہیں۔

قرآن اور سائنس میں تعلق کے قائل مکتبِ فکر کی جانب سے جس اسالیب کے تحت تحقیق کا عمل انجام دیا جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

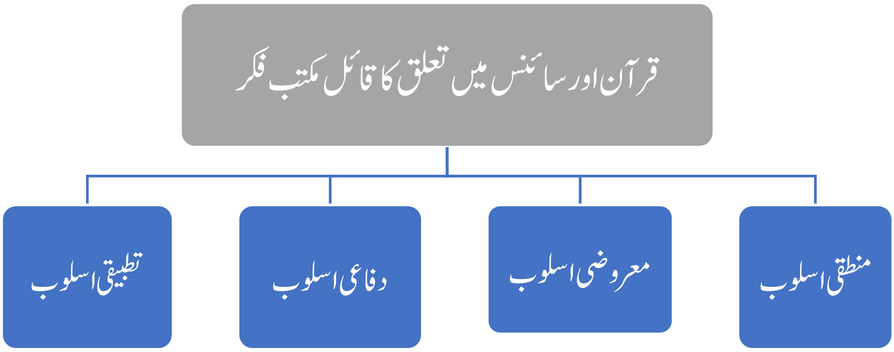

تطبیقی اسلوبِ تحقیق:

عصرِ حاضر میں جو محقق سائنس کع بھی علوم القرآن میں سے شمار کرتے ہیں ان کی طرف سے تحقیقی عمل بنیادی طور دو اسالیب پر مشتمل ہوتا ہے:

1. قرآن مجید کی آیات واحکام کو جدید سائنسی ایجادات، تحقیقات یادریافت سے ثابت کرنا۔
2. کسی جدید سائنسی تحقیق یادریافت کے مطابق قرآنی آیات یااحکام پر تحقیق کرنااوران میں مطابقت کی سعی کرنا۔

مندرجہ بالااسالیب کواس طرح بھی پیش کیا جاسکتا ہے:

تحقیق کا عمل قرآن مجید سے سائنس کی طرف--------قرآن مجید ← سائنس

تحقیق کا عمل سائنس سے قرآن مجید کی طرف--------قرآن مجید → سائنس

دوسری قسم کے اسلوب یعنی تطبیقی اسلوب تحقیق میں جدید سائنسی انکشاف یادریافت کی بنیاد پر قرآن مجید کی آیات و احکام کا جائزہ لیا جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ ان میں تعلق اور مطابقت پیدا کی جائے۔

جہاں اس اسلوب کی خوبی ہے کہ اس طرح قرآن مجید کی ابدیت اور جامعیت کا اظہار ہوتا ہے جبکہ اظہر من الشمس ہے کہ قرآن مجید دنیاوی وانسانی علوم سے بہت آگے ہے اور ہمیشہ آگے ہی رہے گا لیکن وہیں اس کی خامی یہ بھی ہے کہ چونکہ اس میں تحقیقی عمل سائنس سے شروع ہوتا ہے اس لئے قرآنی آیات پر تحقیق کے حوالے سے بہر حال یہ طریقہ سائنسی دریافت و تحقیقات کا محتاج ہے مزید یہ کہ ایسا اسلوبِ تحقیق محقق کے مغربی علوم سے

مرعوبیت کا تاثر بھی دیتا ہے اور ایسے محقق قرآن حکیم کی فتح مندی اس میں سمجھتے ہیں کہ قرآنی آیات کو سائنس سے ثابت کیا جائے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس طرح کے تطبیقی بیانات سے علمی فضا نہیں بدلتی اگرچہ کچھ دیر کے لئے قاری کی توجہ تو حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ افکار میں مستقل تبدیلی کے لئے تطبیقی اسلوب کی نہیں بلکہ انقلابی اسلوب کی ضرورت ہوتی ہے۔

دفاعی اسلوبِ تحقیق

اس اسلوب کا استعمال عموماً وہاں ہوتا ہے جہاں غیر مسلموں اور مستشرقین کے اسلام اور قرآن مجید کے عقائد و نظریات پر سائنسی، عقلی، طبّی یا طبعی نقطہ نظر سے اٹھائے گئے سوالات اور اعتراضات کا جواب دیا جاتا ہے اور اکثر لاشعوری طور ہر مسلمان مصنف مدلل یا جارحانہ اسلوب کی بجائے مدافعانہ اسلوب کی طرف رجوع کر لیتے ہیں جبکہ اگر مستشرقین کے ہی مذاہب سے داغے گئے اعتراضات کے متعلق ان کا نقطہ نظر تلاش کیا جائے تو اس عمل سے ہی قرآن مجید کی حقانیت کا ثبوت حاصل کیا جاسکتا ثابت کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے، مذکورہ اسلوبِ تحقیق کے بارے میں **مولانا وحید الدین خاں** فرماتے ہیں:

"اثباتِ رسالت کے عنوان پر ہمارے یہاں جو کام ہو رہا ہے، اس میں اکثر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ دورِ جدید کا یہ دعویٰ ہے کہ "محمد ﷺ جھوٹے رسول تھے" اور اس کے بعد آپ کو "سچا" ثابت کرنے پر مواد اکٹھا کرنا شروع کر دیا جاتا ہے، حالانکہ جھوٹا نبی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سچا نبی بھی ہوتا ہے، جبکہ جدید انسان اپنے معلوماتی دائرہ کے مطابق ایسی کسی چیز کے ماننے میں ہی مشتبہ ہے، دراصل جھوٹا رسول (False Prophet) یہود و نصاریٰ کے مذہبی طبقہ کا پرانا اعتراض ہے جو اپنے انبیاء کی نبوت کو مانتے ہیں مگر محمد ﷺ کی نبوت کے منکر ہیں ورنہ جہاں تک جدید ملحدانہ ذہن کا تعلق ہے، اس کے لئے اصل مسئلہ آپ کے "جھوٹے" یا "سچے" ہونے کا نہیں ہے، بلکہ اس کے سامنے صرف یہ سوال ہے کہ آپ کے کلامِ نبوت کا سرچشمہ کیا ہے، وہ اپنے معلوم ذرائع پر قیاس کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس کا سرچشمہ انسان کا اپنا لاشعور ہے، اور لاشعور سے نکلے ہوئے کلام کو وحی والہام سے تعبیر کرنا محض ایک استعارہ ہے نہ کہ کسی حقیقتِ واقعہ کا بیان۔۔۔اس لئے رسالت کی بحث میں صرف آپ کو "سچا" ثابت

کرنے سے جدید تقاضے کی تکمیل نہیں ہوتی بلکہ ہمیں یہ بھی بتانا ہوگا کہ الہام کوئی حقیقی چیز ہے وہ مخصوص انسانوں پر اترتا ہے، اور اسی کے اعتبار سے آپ خدا کے رسول تھے۔"(11)

معروضی اسلوبِ تحقیق:

معروضی تحقیق سے مراد وہ تحقیق ہے جس کی بنیاد ٹھوس حقائق اور اعداد و شمار پر ہو۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان مفروضات اور اعداد و شمار کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کون کرے گا۔ جیسے جے ڈبلیو اینو سلیون نے کہا ہے کہ:

اگرچہ فطرت کے بارے میں ہماری معلومات تمام پچھلے ادوار کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں مگر اس کے باوجود یہ کثیر معلومات ایک اعتبار سے بہت کم تسلی بخش ہیں کیونکہ ہر سمت ابہام اور تضاد سے دوچار ہو رہے ہیں[12]۔۔۔۔ سائنسی نظریات کے اس جائزے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ایک صحیح سائنسی نظریہ محض یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ ایک کامیاب عملی مفروضہ ہے، یہ بہت ممکن ہے کہ تمام سائنسی نظریات اصلاً غلط ہوں، جن نظریات کو آج ہم تسلیم کرتے ہیں، وہ محض ہمارے موجودہ حدودِ مشاہدہ کے اعتبار سے حقیقت ہیں، حقیقت اب بھی سائنس کی دنیا میں ایک علمی اور افادی مسئلہ ہے۔[13]

جے ڈبلیو اینو سلیون کی ان تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائنس حقیقت کا صرف جزوی علم دیتی ہے دوسرے لفظوں میں اس کا معنی یہ ہے کہ کچھ ایسے حقائق ہو سکتے ہیں جو مادی تحقیقات کے دائرہ سے باہر ہوں۔ مذہب ایک غیر مادی چیز ہے اس لئے وہ مادی علوم کی دسترس سے باہر ہے اس صورتحال میں مادی علوم اس کی حکمتوں و اسرار کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کی صداقت پر معترض ہو سکتے ہیں۔

طبّی اور طبعی اسلوبِ تحقیق:

زیر مطالعہ تحقیق میں اس نقطہ نظر کو بنیاد بنایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات ابدی ہیں جو اپنے اند اس قدر گہرائی، اور اسرار و رموز لئے ہوئے ہیں کہ کسی بھی زمانے میں یہ دعویٰ نہ کیا گیا اور یقیناً نہ ہی کیا جا سکے گا کہ قرآن حکیم کی کسی ایک آیتِ مبارکہ پر بھی ہر پہلو اور ہر لحاظ سے تحقیق مکمل کر لی گئی ہے اور اب مزید تحقیق کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی حکمتیں اور اسرار کبھی نہ ختم ہونے والے ہیں اس لئے اگر سائنس کو علوم القرآن میں سے ایک علم قرار دینا ہے تو اس کے لئے حقیقت پسندی اور متوازن رویہ ناگزر ہے اور محقق کے لئے یہ جان لینا اشد ضروری ہے کہ قرآن مجید کا

ہر ہر لفظ حقیقت اور حق پر مبنی ہے چاہے اسے سائنس سمجھ سکے یا اپنی محدود سرحدوں سے مجبور ہو کر الہامی آیات کو سمجھنے سے معذوری کا اظہار کرے۔

سائنسی نظریات کے بارے میں یہ سمجھنا کہ یہ ہر حال میں فطری حقائق کی ترجمانی کرتے ہیں، کوتاہ علمی کا نتیجہ ہے۔ یہ نظریہ، محتاجِ ثبوت ہے کہ کائنات کے ہر مظہر اور اس کی تمام حقیقتوں کو ناپا اور تولا (measure) جا سکتا ہے۔ سائنس اپنی تعریف کی رو سے انسان کے مادی وجود ہی سے بحث کرتی ہے۔ اس کے اخلاقی، روحانی اور معاشرتی پہلوؤں سے اسے کوئی سروکار ہی نہیں۔ جب کہ انسان کا مادی وجود، روحانی، اخلاقی اور معاشرتی پہلوؤں سے متاثر ہوتا ہے اور ہر ایک جزوِ وجود دوسرے پر اثرانداز ہوتا ہے۔ گویا سائنس انسان کے جملہ مسائل کو حل کرنے سے قاصر ہے۔ علاوہ ازیں سائنس ہر مسئلہ کا سطحی اور معروضی تجزیہ (third order of obstraction) کرتی ہے جب کہ مذہب ہر مسئلہ کی چھپی حقیقت (zero order of obstraction) تک جاتا ہے۔

قرآن انسانوں کی ہدایت کے لئے ایک مکمل کتاب ہے۔ اس کا موضوع اور مخاطب انسان ہے۔ قرآن میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ البتہ قرآن خاص طور سے انسان کے اخلاقی اور روحانی پہلوؤں پر تفصیل سے بحث کرتا ہے۔ کیوں کہ اخلاقی اور روحانی اقدار کے صحیح معیارات اور ان کی نشان دہی انسانی عقل و شعور کے بس کی بات نہیں ہے۔ انسان اس ناقص عقل و شعور سے انسانیت کی حقیقی فلاح کے لئے کوئی مکمل و متوازن دستورِ زندگی اور حقیقی نظامِ حیات مرتب نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے تو کسی برتر ہستی کی طرف سے براہِ راست علم پہنچنا چاہیئے۔[14] قرآن اس حقیقت کو مندرجہ ذیل آیت میں اس طرح پیش کرتا ہے:

وَ عَلَى اللهِ قَصدُ السَبِيلُ وَ مِنهَا جَآ ئِر (النمل:9) (اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ صحیح راستہ دکھانا ہے جب کہ دوسرے (گمراہ کن) راستے بھی ہیں)

اس ضمن میں یہ رویہ بالکل درست نہیں ہے کہ سائنس کے محدود علم اور ارتقاءپذیر تحقیق اور متغیر تصورات کے مطابق قرآن مجید کی آیات کے معنی کو ڈھالنے، تطبیق دینے یا پھر نعوذ باللہ غلط قرار دے دیا جائے صرف اس لئے کہ جدید تصورات یا سائنس انہیں سمجھنے سے قاصر ہے یا یہ ان سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تحقیقی عمل کا رخ قرآنی آیات کی طرف سے سائنس کی طرف ہو اور مطالعہ کا انداز یہ ہو کہ قرآن مجید میں جو فرما دیا گیا ہے اب

تک جدید سائنس اس کے بارے میں کیا کچھ دریافت کر چکی ہے اور عصرِ حاضر میں ایک بہتر اور ترقی یافتہ معاشرے کے قیام کے لئے ان دریافت شدہ امور کا اطلاق کس طرح ممکن ہے۔

اسلام اور سائنس کے موضوع پر استنادی حیثیت رکھنے والے مصنف جناب سلطان بشیر محمود ایک جگہ رقم طراز ہیں:

"سائنس کا تمام کاروبار چند بنیادی سچائیوں پر قائم ہے اور یہ قدرتی قانون زندگی کے ہر شعبہ میں محرک نظر آتے ہیں۔ ان کی دریافت اور سمجھ بوجھ ہی اصل سائنس ہے، باقی جو کچھ نظر آرہا ہے، وہ انہی اصولوں کی عملی اشکال اور تفصیلات ہیں۔ وحدت کے معیار کے مطابق قرآنِ حکیم کائنات میں سب سے بڑی سائنسی کتاب ہے جس میں اللہ تبارک وتعالی نے ہر چیز کی بنیاد فراہم کر دی ہے۔"[15]

مصنف موصوف کی رائے یہ ہے کہ سائنس یعنی علم الاشیاء کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کے لیے وحی بھیجی جاتی بلکہ قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت آدم علیہالسلام کی تخلیق ہی میں اس علم کو ودیعت کر دیا تھا یعنی سائنسی علوم انسان کے جینیاتی نظام (Genetic Make-up) کا حصہ ہیں۔ لہذا اس سب کا مطلب یہ ہے کہ سائنسی علوم پر عبور اللہ تبارک وتعالی کی کتاب پر غور وفکر کے لئے ضروری ہیں۔ مفسرین کی ذمہ داری ہے کہ فی زمانہ تقوی کی حدود میں رہتے ہوئے محکم سائنسی علوم کے حوالہ سے قرآن پاک کی تفسیر کریں۔

قرآن مجید کے اُصول اور تعلیمات اپنی جگہ قائم ودائم ہیں۔ قرآن مجید میں جن اشیاء کو حرام ٹھہرایا گیا ہے آج سائنس بھی انسان کے لئے اُن ضرر رساں ہونے کی گواہ ہے۔ اور زیرِ مطالعہ تفویضی تحقیق میں اس موضوع کو ہی زیرِ بحث لایا گیا ہے سائنس علوم القرآن میں سے ہے کیونکہ قرآنی تعلیمات کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ثابت کرنے کے لئے جدید سائنس کی افادیت مسلمہ ہے۔ البتہ عصرِ حاضر کی سائنس اور قرآن کے اصولوں میں بعض بنیادی اختلافات موجود ہیں۔ سائنسدانوں کا اپنی تحقیقات اور نظریات کے سلسلہ میں خالقِ کائنات سے بیزاری کے رویہ کو سائنٹفک نہیں کہا جا سکتا۔ مزید برآں تجربہ ومشاہدہ کے معاملات میں سائنس دانوں کو اخلاقی پابندیوں کا بھی لحاظ کرنا چاہیئے۔ قرآن کی رو سے اخلاقی پابندیوں کا انکار خدا کے حضور جواب دہی کے انکار کے مترادف ہے۔ مزید یہ کہ کسی مافوق الفطرت ہستی نے اپنے حکیمانہ پلان کے تحت انسان کو وجود بخشا۔ سائنسدان، ابتدائے حیات وکائنات کی ایسی مادی تعبیرات بھی بیان کرتے

رہتے ہیں، جس کے ذریعے خدا کا انکار مقصود ہو، یا جہاں خدا کی ضرورت ہی نہ رہ جاتی ہو۔ مذہب دشمنی اور خدا بیزاری کے جراثیم موجودہ سائنسی لٹریچر میں اتنے سرایت کر گئے ہیں کہ موجودہ سائنس دان بھی شعوری اور لاشعوری طور پر اس سے متاثر بلکہ مرعوب ہیں۔

ڈاکٹر مسعود احمد کے الفاظ میں اگر یہ تمام خرابیاں موجودہ سائنسی نظریات سے دور کر دی جائیں تو سائنس اور قرآن کے درمیان کوئی ناقابلِ حل اختلاف نہ رہے کیوں کہ قرآن حقائق کا سرچشمہ ہے لہٰذا سائنسی مسائل کی تشریحات میں بھی ان حقائق کی عکاسی ہے اور سائنس حقیقت تک پہنچنے کے لئے راہ فراہم کرتی ہے۔ جہاں قرآن اور سائنس کے بیانات میں تضاد محسوس ہو تو اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ان بیانات کی تشریح ہی میں نقص ہو یعنی اس کی صحیح تفسیر نہ کی گئی ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دورِ جدید کی سائنسی ترقی کے باوجود بہت سے نظریات حقیقت سے دور ہیں۔ عین حقیقت (Scientific Facts) سمجھے جانے والے بعض نظریات مزید تجربات و مشاہدات کے بعد ترمیم و تنسیخ کا شکار ہو جاتے ہیں۔[16]

خلاصۂ بحث یہ کہ سائنس اور اس کے حاصلات لغو، لایعنی اور باطلِ محض نہیں ہیں۔ سائنس کی کھلی مخالفت کرنا اور قرآنِ حکیم کے متعلق کسی قسم کے سائنسی تجزیہ کی مخالفت کرنا مناسب نہیں ہے۔ قرآن کی کی حقانیت اپنی جگہ مسلمہ ہے، اس کے مضامین کے اثبات کے لیے سائنسی یا غیر سائنسی شہادتوں کی ضرورت نہیں تاہم اس مقصد کے پیشِ نظر سائنسی شہادتوں کی تلاش جاری رہنی چاہیئے۔ تاہم اس کام میں کم علمی یا بے صبری خطرناک ہو سکتی ہے۔ دوسری جانب عصری سائنسی ترقی سے اس قدر مرعوب ہو جانا کہ قرآن مجید اور سائنس میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے اصل قرآنی روح اور اسلامی اقدار کو بھی پسِ پشت ڈال دیا جائے، راہِ صواب و ہدایت نہیں ہے۔ سائنسی تجربات پر پورا نہ اترنے والے عقائد و تعلیمات کو غیر سائنسی سمجھ کر ماننے سے انکار کرنا، غیر علمی رویہ ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے سکالرز میدان میں آئیں جو قرآن مجید سے مختلف علوم کا استنباط عمل میں لائیں۔ سائنسی حقائق کی طرف قرآن میں موجود بلیغ اشاروں کی جامع تفسیر کریں۔ تفسیرِ قرآن کرتے ہوئے تقوی کی صفت سے متصف رہیں، قرآنی الفاظ کے قریب ترین رہیں۔ سیرتِ طیبہ، احادیثِ مبارکہ، تعاملِ صحابہ اور تاریخِ اسلام سے واقف رہیں۔ بہت سے مسلمان دانشوروں و مفسروں نے اس نقطہ نظر سے قرآن کا مطالعہ کیا ہے اور مذکورہ بالا

مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سائنسی حقائق، جدید انکشافات اور دریافتوں کے ادراک کو قرآنی افہام و تفہیم میں استعمال کیاہے، اور قرآنی حکمتوں کو تلاش کیاہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 عائشہ عبد الرحمٰن، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، دار المعارف، قاہرہ، ۱۹۹۰ء، ۱۸/۲

2 Rodney Stark, *The Victory of Reason*, (New York: Random House: ٢٠٠٥), P. ٢٠

3 ۔ محمد یوسف، علامہ، "سائنسی میدان میں مسلمانوں کی پسماندگی"، ماہنامہ بینات، بنوری ٹاؤن کراچی، مارچ ۲۰۰۶ء، جلد: ۶۹، شمارہ: ۲

4 ۔ ڈاکٹر سید مسعود احمد: اسلام اور سائنس، در ششماہی "تحقیقاتِ اسلامی"، علی گڑھ، ستمبر 2000ء، ص 51

5 ۔ محمد یوسف، علامہ، "سائنسی میدان میں مسلمانوں کی پسماندگی"، ماہنامہ بینات، بنوری ٹاؤن کراچی، مارچ ۲۰۰۶ء، جلد: ۶۹، شمارہ: ۲

* اس اسلوب کی بہترین مثال سرسید احمد خان کی تفسیر القرآن ہے جس میں انہوں نے ملائکہ، جنات، پیغمبرانہ معجزات، جنت، جہنم وغیرہ سے متعلق اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے۔

6 Doi, Prof. Dr. ‘Abd al-Rahman I., *The Sciences of the Qur’an: A Study in Methodology and Approach*, (New Dehli: Sterling Publishers Pvt. Ltd., ١٩٩٧), ٣٤٧

7 ۔ ڈاکٹر سید مسعود احمد: اسلام اور سائنس، در ششماہی "تحقیقاتِ اسلامی"، علی گڑھ، ستمبر 2000ء، ص 51-52

8 ۔ فضل کریم، ڈاکٹر، وہی کتاب، ص ۲۹

9 ۔ دیکھیے ! فضل کریم، ڈاکٹر: وہی کتاب، ص ۲۷

10 ۔ ایضا، ص ۲۴

11 خاں، وحیدالدین، مولانا، مذہب اور جدید چیلنج، دارالتذکیر رحمان مارکیٹ اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۶

١٢ John William Navin Sullivan, *The Limitations of Science*, New American Library, U.S.A., ١٩٥٠, P.١٥٨

١٣ Sullivan, *The Limitations of Science*, P. ١

14 ۔ ڈاکٹر سید مسعود احمد، قرآن اور سائنس، تحقیقاتِ اسلامی، ششماہی، ص 49

15 ۔ بشیر الدین محمود: قرآن پاک اور عظیم سائنسی دریافتیں، مکہ بکس، لاہور، 2008ء، ص 9

16 ۔ ڈاکٹر سید مسعود احمد، قرآن اور سائنس، تحقیقاتِ اسلامی، ششماہی، ص 55